اتباع سنت کا صحیح طریق کار

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمان الرحیم

الحمد لله و كفٰى وسلام على عباده الذين اصطفى!

سیرت طیبہ کیلئے منعقد ہونے والی اس عالمی محفل کیلئے قرآن کریم کا سب سے واضح اور جامع ہدایت نامہ یہ ہے۔ **لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجوا الله واليوم الآخر وذكر الله كثيراً**

''بلاشبہ تمہارے لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حیات طیبہ میں بہترین نمونہ ہے ان لوگوں کیلئے جو اللہ (کی رحمت) اور یوم آخرت سے امید رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرتے ہیں۔''

اس آیت نے ہمارے سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و مقالات پڑھنے اور سننے کے مقصد کو واضح کیا ہے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور آپ کے حالات و مقالات کو عام دنیا کے بادشاہوں، فلسفیوں، دانش وروں اور لیڈروں کی طرح محض ایک تاریخ اور سوانح نہ سمجھا جائے بلکہ درحقیقت سیرت طیبہ ایک عملی قرآن کا نام ہے جس میں تمام اسلامی تعلیمات اور ان پر عمل کرنے کے طریقے سموئے ہوئے ہیں۔ وہ ایک صبغتہ اللہ'' (خدائی رنگ) ہے جس میں پوری دنیا کو رنگنے کیلئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تھے۔ یہ وہی ''صبغتہ اللہ'' ہے جس کی معجزانہ تاثیر نے بڑی بڑی طاقتوں کے مقابلے اور ہزار ہا مخالفتوں کے نرغے میں رہتے ہوئے صرف تیئیس سال کی مختصر مدت میں پورے جزیرہ عرب کو مسخر کر لیا اور خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ڈیڑھ لاکھ سے زائد انسان جن میں مرد عورت اور چھوٹے بڑے سب شامل ہیں، اس رنگ میں ایسے رنگے گئے کہ ان کے دیکھنے والوں پر بھی پہلی نظر

ہی میں یہ رنگ چڑھنے لگتا تھا۔ ان کی شان یہ تھی کہ الذین اذا را وا ذکر اللہ یعنی جب ان پر نظر پڑتی ہے تو خدا یاد آتا ہے۔ چنانچہ اسلام کی تاریخ میں ایسے واقعات بے شمار ہیں کہ دنیا کے اطراف میں جب اس نرالے رنگ کے مسلمان تجارت اور کاروبار کیلئے بھی کہیں پہنچ گئے تو وہاں کے لوگ ان کے حالات و معاملات کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔ مثلاً مالا بار کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ نہ وہاں کوئی تبلیغی مشن گیا نہ کوئی تبلیغی کانفرنس منعقد ہوئی اور نہ دعوت و تبلیغ کے معروف اور رسمی طریقوں میں سے کوئی طریقہ اختیار کیا گیا' بلکہ وہاں صرف چند مسلمان تاجر اور مزدور پہنچ گئے تھے اور معاملات میں ان کی صفائی سچائی اور عصمت و عفت کے حیرت انگیز واقعات دیکھ کر وہاں کے لوگوں میں ان کے دین کے بارے میں معلومات فراہم کرنے کا جذبہ پیدا کیا جو بالآخر انہیں کشاں کشاں اسلام کی طرف لے گیا۔

جس چیز نے انسانوں کے افکار و اعمال میں یہ حیرت انگیز انقلاب برپا کیا وہ درحقیقت عبادت و طاعت، حسن معاملہ، حسن اخلاق، حسن صورت، حسن سیرت، حسن معاشرت، عدل و انصاف، رحم و کرم، عفت و عصمت اور امانت و دیانت کا وہ دلآویز رنگ تھا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار و گفتار' نشست و برخاست اور آپ کی ہر ہر حرکت و سکون سے مترشح تھا' اور صحابہ کرامؓ نے اس رنگ کو سمجھنے اور اپنانے کیلئے اپنی عمریں وقف کی ہوئی تھیں۔ چنانچہ ان کی زندگیاں سیرت رسولؐ کے رنگ کا نمونہ تھیں۔ ان کی بیشتر مجلسیں اور باہمی ملاقات و گفتگو اسی رنگ کو تازہ اور گہرا کرنے کیلئے ہوتی تھیں۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرات صحابہ کرامؓ میں حکیم الامت کا لقب رکھتے تھے ان سے دوسرے صحابہؓ یہ کہا کرتے تھے:

اجلس بنا نو من ساعۃً "کچھ دیر کیلئے ہمارے ساتھ بیٹھ جایئے تاکہ ہم ایمان تازہ کر لیں"

حضرات صحابہؓ کے ایک ایک فرد کا حال یہ تھا کہ اپنے رہن سہن، نشست و برخاست، سونے جاگنے اور کھانے پینے کے تمام احوال میں ان کو کوئی ایسی چیز برداشت نہیں تھی جو سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو۔ ان حضرات کا حال یہ تھا کہ انہوں نے خواہ کسی کام کا کتنا پختہ عزم کر رکھا ہو' کسی مقصد کیلئے خواہ کتنا مستحکم منصوبہ بنا رکھا ہو، اگر ان کو یہ معلوم ہو جاتا کہ یہ عمل سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے تو اس پورے منصوبہ کو چھوڑ

دینے میں انہیں مطلق تامل نہیں ہوتا تھا اور اس کیلئے انہیں بڑی سے بڑی قربانی بھی گوارا تھی۔
حضرت معاویہؓ کا یہ واقعہ ابو داؤد اور ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ اور سلطنت روم کے درمیان جنگ بندی کا ایک معاہدہ ہوا۔ حضرت معاویہؓ نے صلح کی مدت کے دوران ہی فوجوں کو سرحد کی طرف روانہ کرنا شروع کر دیا۔ مقصد یہ تھا کہ جونہی صلح کی مدت ختم ہوگی فوراً حملہ کر دیا جائے گا رومی حکام اس خیال میں ہوں گے کہ ابھی تو مدت ختم ہوئی ہے اتنی جلدی مسلمانوں کا ہم تک پہنچنا ممکن نہیں، اس لئے وہ حملہ کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار نہیں ہوں گے اور اس طرح فتح آسان ہو جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جیسے ہی مدت پوری ہوئی آپ نے فوراً پوری قوت سے رومیوں پر یلغار کر دی۔ ظاہر ہے کہ رومی اس ناگہانی حملے کی تاب نہ لا سکے اور پسپا ہونے لگے۔ عین اسی حالت میں جبکہ حضرت معاویہؓ کا لشکر فتح کی امنگیں دل میں لئے آگے بڑھ رہا تھا' پیچھے سے ایک شہسوار آتا دکھائی دیا جو پکار پکار کر یہ کہہ رہا تھا کہ ''الله اكبر الله اكبر وفاء لا غدر ''(اللہ اکبر اللہ اکبر مومن کا شیوہ وفا ہے غدر و خیانت نہیں) یہ شہسوار قریب پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ حضرت عمرو بن عبسہؓ صحابی ہیں۔ حضرت معاویہؓ کی ذاتی رائے میں یہ چیز غدر و خیانت نہیں تھی۔ کیونکہ حملہ جنگ بندی کی مدت ختم ہونے کے بعد ہو رہا تھا۔ لیکن حضرت عمرو بن عبسہؓ نے فرمایا۔ ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص کا کسی قوم سے کوئی معاہدہ ہو تو وہ اس عہد کو نہ کھولے نہ باندھے (یعنی اس کے خلاف کوئی حرکت نہ کرے) تاوقتیکہ یا اس معاہدے کی مدت گزر جائے یا کھلم کھلا معاہدے کے اختتام کا اعلان کر دیا جائے۔''

حضرت عمرو بن عبسہؓ کا مقصد یہ تھا کہ اس حدیث کی رو سے جنگ بندی کے دوران جس طرح حملہ کرنا ناجائز ہے اسی طرح دشمن کے خلاف فوجیں لے کر روانہ ہونا بھی جائز نہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کیلئے وہ مرحلہ کس قدر نازک تھا اس کا اندازہ بھی شاید ہم آپ اس وقت نہ کر سکیں۔ حضرت عمرو بن عبسہؓ کی نصیحت اور مطالبہ پر عمل کرنے سے بظاہر ان کی ساری اسکیم فیل ہو رہی تھی ان کا وہ منصوبہ پیوند زمین ہو رہا تھا جو انہوں نے نہ جانے کب سے سوچ رکھا ہوگا۔ ساری فوج کے مشقت آمیز سفر کی محنت اکارت جا رہی تھی اور

سب سے بڑھ کر یہ کہ لشکر کی فتح کی امنگیں مجروح ہو رہی تھیں۔ لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرتؐ کا یہ ارشاد سننے کے بعد ان تمام مصلحتوں کو قربان کر کے لشکر کو فوراً واپسی کا حکم دے دیا۔ (مشکوٰۃ المصابیح۔ باب الایمان)

اس وقت نہ کوئی حکمت و مصلحت آڑے آئی۔ نہ ارشاد نبویؐ میں کسی تاویل کا کوئی خیال آیا، بلکہ انہوں نے اپنے اس عظیم اقدام کو فوراً واپس لے لیا اور مفتوحہ علاقہ تک دشمن کے حوالے کر دیا۔

حضرت مرثد بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ عنہ مہاجرین صحابہؓ میں سے ہیں۔ مکہ مکرمہ میں اسلام سے پہلے عناق نامی ایک عورت سے ان کے تعلقات تھے۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کسی کام سے مکہ مکرمہ بھیجا وہاں عناق ان سے ملی اور حسب سابق اپنے تعلقات جتائے لیکن حضرت مرثدؓ نے جواب میں فرمایا کہ: ''اسلام میرے اور تمہارے درمیان حائل ہو چکا ہے''۔ اس پر عناق نے ان سے نکاح کی درخواست کی لیکن حضرت مرثدؓ نے فرمایا کہ ''میں نکاح پر راضی ہوں لیکن جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ نہ کرلوں اس وقت تک کچھ نہیں کہہ سکتا۔''

چنانچہ مدینہ منورہ پہنچ کر انہوں نے آپؐ سے مشورہ کیا اس پر یہ آیت قرآنی نازل ہوئی کہ:
ولا تنکحوا المشرکت حتیٰ یؤمن یعنی مشرک عورتوں سے اس وقت تک نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں) چنانچہ حضرت مرثد رضی اللہ عنہ نے اس امر الٰہی کے سامنے سر جھکا کر نکاح کا ارادہ ترک کر دیا۔ (تفسیر مظہری ۲۵۵ جلد ۱)

غرض صحابہ کرامؓ کا حال یہ تھا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کیلئے اپنی جان و مال اور جذبات و خواہشات کو ہر آن قربان کرنے کیلئے تیار رہتے تھے اپنی ہر ہر نشست و برخاست کو آپ کے اسوہ حسنہ کے مطابق ڈھالنے کی فکر میں رہتے تھے اور اس معاملہ میں ان کے جذبہ اطاعت کا عالم یہ تھا کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ دینے کیلئے تشریف لائے اور جب منبر پر بیٹھ گئے تو کھڑے ہوئے لوگوں سے فرمایا۔ ''بیٹھ جاؤ'' اتفاق سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد کی طرف تشریف لا رہے تھے اور ابھی دروازے تک ہی پہنچے تھے کہ آپؐ کی یہ آواز کانوں میں پڑی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ

نے یہ حکم سن کر ایک قدم آگے بڑھانا گوارا نہ کیا اور وہیں دروازے کے پاس بیٹھ گئے۔ آپؐ نے ان کا یہ جانثارانہ جذبہ اطاعت دیکھا تو اس کی تعریف فرمائی اور پھر اندر بلا لیا۔ (کنز العمال)

صحابہ کرامؓ کو سیرت طیبہ کی اتباع اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا کی نقل اتارنے کا اس قدر شوق اور اتباع سنت کا اس قدر اہتمام تھا کہ وہ اس معاملہ میں غیروں کے استہزاء سے کبھی مرعوب نہیں ہوئے بلکہ مخالف سے مخالف ماحول میں اپنی وضع اور اپنے طرز زندگی پر ثابت قدم رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت جثامہ بن مساحق رضی اللہ عنہ کو ہرقل بادشاہ روم کے پاس ایلچی بنا کر بھیجا۔ وہ ہرقل کے دربار میں پہنچے تو ان کے اکرام کیلئے ہرقل نے انہیں سونے کی ایک کرسی پر بٹھایا۔ حضرت جثامہؓ فرماتے ہیں کہ میں شروع میں بے خیالی کے عالم میں اس کرسی پر بیٹھ گیا۔ لیکن جب احساس ہوا کہ یہ سونے کی کرسی ہے تو اس سے فوراً اتر کر کھڑا ہو گیا۔ ہرقل نے میرے اس عمل پر ہنس کر پوچھا کہ ہم نے تو اس کرسی کے ذریعہ تمہارا اکرام کیا تھا، تم اتر کیوں گئے؟ میں نے جواب میں کہا:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے کہ آپؐ نے اس جیسی (سونے کی چیز) پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔'' (کنز العمال)

اسی طرح صلح حدیبیہ کے موقع پر جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایلچی کی حیثیت میں مکہ مکرمہ پہنچے اور مکہ مکرمہ کے سرداروں سے ملنے کیلئے جانے لگے تو ان کا ازار طریق سنت کے مطابق ٹخنوں سے اوپر تھا مکہ مکرمہ کے سرداروں کے عام رواج کے مطابق یہ طریقہ کسی سردار کے شایان شان نہیں سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے چچا زاد بھائی نے ٹوکا کہ آپ مکہ کے سرداروں کے پاس جا رہے ہیں وہ آپ کی اس وضع کو نہ جانے کیا سمجھیں؟ اس لئے اپنا ازار ٹخنوں سے نیچے کر لیجئے۔ لیکن حضرت عثمانؓ کے پاس ایک ہی ٹکسالی جواب تھا:

هکذا اذرة صاحبنا

''ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ازار اسی طرح ہوتا ہے''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے اس طرح کے واقعات سے بلاشبہ ایک ضخیم کتاب

تیار ہوسکتی ہے اہل علم کے مجمع میں اس قسم کے واقعات زیادہ سنانے کی ضرورت نہیں لیکن توجہ دراصل اس طرف دلانی ہے کہ اسلام نے دنیا کی تاریخ میں خوشگوار اور حسین انقلاب برپا کیا۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثاروں نے آپ کی سیرت طیبہ کے ایک ایک جزو کی پوری پوری نقل اتارنے کی کوشش کی اور اس معاملے میں نہ کسی قسم کی ذہنی مرعوبیت اور کسی قسم کی تاویل وتحریف کو آڑے آنے دیا اور نہ اس راہ میں دوسروں کے طعن وتشنیع اور تمسخر واستہزاء کی کوئی پرواہ کی۔ اگر وہ حضرات آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ اصحابہ وسلم کی سیرت طیبہ کے صرف زبانی تذکرے پر اکتفا کرتے تو دنیا کو اسلام کی حکمرانی کی برکات نصیب نہیں ہوسکتی تھیں۔ لہٰذا میری گزارش کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور حالات ومقالات کا سننا سنانا ہر حال میں نور ہی نور اور نفع ہی نفع ہے۔ اس لئے مسلمانوں کے جتنے بھی اجتماعات منعقد ہوں وہ ناکافی ہیں۔ بلکہ ضرورت اس کی ہے کہ ہم سیرت طیبہ کو ہر تعلیمی ادارے اور ہر مسلمان گھر تک پہنچانے کی فکر کریں لیکن ساتھ ہی ہمیں یہ حقیقت ہر آن پیش نظر رکھنی چاہئے کہ ہم دنیا کے دوسرے لیڈروں کی طرح محض کسی شخص کی تاریخی سوانح نہیں پڑھ رہے، بلکہ دنیا وآخرت کی صلاح وفلاح کا ایک نسخۂ اکسیر لے اور دے رہے ہیں جس کا صرف پڑھ لینا اور سمجھ لینا کافی نہیں بلکہ اپنے جسم اور روح پر اس کا استعمال ضروری ہے۔ لہٰذا سیرت طیبہ کے لئے منعقد ہونے والی ہر محفل کا ہم سے ایک تقاضا ہے اور وہ تقاضا یہ ہے کہ اس محفل کے دوران ہم بار بار اپنے آپ سے یہ محاسبہ کریں کہ ہم نے کس کی حیات طیبہ کو اپنا موضوع بنایا ہے اور خود ہماری زندگی کو اس سے کیا نسبت ہے؟ یہ فریضہ یوں تو ہر مسلمان پر عائد ہوتا ہے لیکن ہم لوگ چونکہ عام مسلمانوں تک سیرت طیبہ پہنچانے کا ذریعہ ہیں اس لئے ہم پر اس فریضے کی اہمیت کہیں زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ سیرت طیبہ کے بارے میں ہماری ہر تقریر اور ہر مقالہ ہم سے یہ سوچنے کا مطالبہ کرتا ہے کہ ہم اپنی عملی زندگی میں کس مقام پر کھڑے ہیں؟ ہم نے دنیا وآخرت کی صلاح وفلاح کے اس نسخۂ اکسیر سے عملاً کتنا فائدہ اٹھایا ہے جسے قرآن کریم ہمارے لئے بہترین نمونہ قرار دیتا ہے اور جس کے فضائل ومناقب میں ہم خود رطب اللسان ہیں۔ سیرت طیبہ کیلئے اجتماعات بہت ہوتے

رہے ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک ہوتے رہیں گے لیکن درحقیقت صرف وہ اجتماع ہماری انفرادی اور اجتماعی سعادت کی صبح صادق ثابت ہوگا جو ہمارے دلوں میں ان سوالات کا کھرا کھرا جواب تلاش کرنے کے بے تابانہ لگن پیدا کر سکے۔

جو ہمارے فکر و عمل سے منطقی تاویلات کی غلیظ تہیں اتار کر ہمیں سیرت طیبہ کے آئینہ میں اپنی صحیح صورت دکھا سکے اور جس کے بعد ہم سیرت طیبہ کی صرف نظری اور فلسفیانہ تعریفیں کرنے کے بجائے اتباع سنت کی اس راہ پر گامزن ہو سکیں جس پر ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ اور دوسرے تمام صحابہؓ کے نقوش قدم ثبت ہیں۔

لہٰذا ہم میں سے ہر شخص پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اس مبارک اجتماع کو صرف حاضرین کی کثرت و قلت اور مقالات کے حسن و قبح کی بنیاد پر نہیں بلکہ اس عملی معیار پر کامیاب بنانے کی کوشش کریں اور جب ہم اس اجتماع سے لوٹیں تو سیرت طیبہ کا صحیح اتباع کرنے اور کرانے کا جذبہ ہمارے دلوں میں پہلے سے زیادہ بیدار ہو اور ہم سیرت طیبہ کا محض نظری فلسفہ نہیں بلکہ اس کا عملی نمونہ بھی دنیا کے سامنے رکھ سکیں۔

آخر میں میری گزارش یہ ہے کہ سیرت کانگریس کے اس آخری اجلاس میں ہم اپنے آپ سے یہ پوچھیں کہ کیا ہم ایک ہفتے کی بحث کے بعد کسی عملی اقدام تک پہنچے ہیں یا نہیں؟ اور میرا خیال یہ ہے کہ یہ سوال صرف میرے دل میں پیدا نہیں ہوا بلکہ اکثر مندوبین کے دل میں پیدا ہو رہا ہے۔ چنانچہ اس سوال کا جواب دینے کیلئے میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ اس کانفرنس کے اختتام تک پہنچنے سے پہلے ہم کم از کم کچھ عملی تجاویز مرتب کر لیں۔ ان میں سے بعض تجاویز عام مسلمانوں کیلئے ہوں بعض اہل علم و فکر کیلئے اور بعض مسلمان حکومتوں کیلئے۔ میرے ذہن میں تین تجاویز ہیں اگر ان کو اس کانفرنس کی طرف سے منظور کر کے شائع کر دیا جائے تو امید ہے کہ یہ اجتماع جس پر مسلمانوں کی آنکھیں لگی ہوئی ہیں، انشاء اللہ دینی فائدے سے خالی نہیں ہوگا وہ تجاویز یہ ہیں:۔

1۔ یہ کانفرنس ہر دور اور ہر جگہ کے مسلمانوں سے یہ اپیل کرے کہ ان میں سے ہر ایک روزانہ تھوڑا سا وقت سیرت طیبہ کے مطالعہ کیلئے نکالے، خواہ یہ وقت آدھا گھنٹہ یا اس

سے بھی کم ہی کیوں نہ ہو۔ سیرت کے واقعات اپنے اہل خانہ کی موجودگی میں پڑھے جائیں اور اپنے نفس کا محاسبہ کیا جائے کہ وہ ان پر کس حد تک عمل پیرا ہیں۔

2۔ یہ کانفرنس تمام مسلمان حکومتوں سے مطالبہ کرے کہ وہ (الف) سیرت نبویہؐ کو ہر قسم کی تعلیم کے ہر مرحلے اور تمام کالجوں اور سکولوں میں لازمی مضمون قرار دے۔ (ب) نشر و اشاعت کے تمام اداروں میں سیرت پر مشتمل ایک پروگرام روزانہ پابندی سے نشر کیا جائے۔

3۔ یہ کانفرنس تمام اہل علم و فکر سے مطالبہ کرے کہ وہ (الف) عام مسلمانوں میں سیرت طیبہ کو عام فہم طریقے سے پھیلانے کیلئے کوشش کریں۔ (ب) قرآن و سنت کو نئے نظریات کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے ہر ایسے اقدام سے احتراز کریں جو تحریف کی حد تک پہنچتا ہو۔ اس کی بجائے سیرت طیبہ کو اپنی صحیح اور اصلی صورت میں مسلمانوں کے تمام مسائل کے حل کیلئے زندگی کے ہر شعبہ میں نمونہ بنائیں۔

دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام مسلمانوں کو سنت نبویؐ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین